من لا یحضرہ الفقیہ

۱

شیخ الصدوق

مترجم: سید حسن امداد
ممتاز الافاضل

ناشر
الکساء پبلیشرز
آر-۱۸۱ سیکٹر ۵ سی ۲ نارتھ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	من لایحضرہ الفقیہ (اردو)
مولّف	شیخ الصدوق علیہ الرحمہ
مترجم	سید حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل (غازی پوری)
تزئین	سید فیضیاب علی رضوی
کمپوزنگ	شگفتہ کمپوزنگ اینڈ گرافک سینٹر B 1/52 بلاک 3 سیرانائن فلور الکرم اسکوائر لیاقت آباد کراچی
طباعت	قریشی آرٹ پریس ناظم آباد کراچی
اشاعت اول	نومبر 1994ء
اشاعتِ دوم	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ July 1996
قیمت	180 روپے

الکساء پبلشرز

آر۔ ۱۵۱ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

جہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ قول نقل کر دیا جائے کہ "ہماری جو باتیں تمہاری سمجھ میں نہ آئیں انہیں آئندہ آنے والے لوگوں کے لئے چھوڑ دو۔" اس کلام امام سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ چودہ سو (۱۴۰۰) برس پہلے کے انسان کی ذہنی سطح نسبتاً کم تھی وہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ذہنی سطح بتدریج بلند ہوتی جائے گی۔ گو ہم اس وقت بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کا ذہن اپنی حد کمال تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن اتنا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ چودہ سو برس قبل کے انسان کی نسبت آج کے انسان کی ذہنی سطح یقیناً بہت اونچی ہے۔ چنانچہ آج وہ پہلے کے انسان کے مقابلے میں بہتر طور پر ان احادیث کو سمجھ سکتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

بہرحال ایک طرف مندرجہ بالا وجوہ سے دوسری طرف دینی کتابیں پڑھنے کے رجحان کا فقدان نیز کچھ دیگر ناگفتہ وجوہات نے ناشرین کو کتب ہائے اثنا عشریہ کے تراجم شائع کرنے سے روکے رکھا۔ قابل ستائش ہیں وہ افراد جنہوں نے لگ بھگ نصف صدی قبل برصغیر میں مذہب اثنا عشری کی کتب کے تراجم شائع کرنے شروع کئے۔ لیکن اس وقت سے اب تک جو کچھ بھی کام ہوا ہے وہ اصل کام کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ مزید مقام تاسف یہ ہے کہ ہماری بنیادی کتابوں پر ابھی تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ سوائے "الکافی" کے۔ لیکن اس کی بھی سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) احادیث میں سے صرف چند سو کا ترجمہ ہوا۔ جب کہ دیگر کتب اب تک محتاج ترجمہ ہیں۔

کم مائیگی کی اسی صورت حال نے چند ہم خیال احباب سید برکت حسین رضوی (ریٹائرڈ سرکاری آفیسر)، سید فیضیاب علی رضوی (الیکٹریکل انجینیر) اور سید اشفاق حسین نقوی (بینک آفیسر) کو ہمیز دی کہ حتی المقدور کتب مذہب اثنا عشریہ کے اردو تراجم شائع کرائے جائیں تاکہ ان کا بے مثال افادہ کروڑوں اردو داں حضرات تک پہنچ سکے۔ لہذا ادارہ الکساء پبلیشرز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ الحمد اللہ ادارہ کی پہلی ہی اشاعت "علل الشرائع" کو عوام الناس اور قوم کے باشعور طبقے نے بے حد پسند فرمایا جس کے نتیجے میں اس کتاب کو چند ماہ بعد ہی دوبارہ چھاپنا پڑا۔ اب ادارہ کی دوسری کتاب من لایحضرہ الفقیہ پیش خدمت ہے۔ اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام مسائل کا حل معصومین علیہم السلام کے ارشادات کے ذریعے بتایا گیا ہے جو مذہب اثنا عشریہ کی رُو سے نص ہے۔ واضح رہے کہ پہلی نص کتاب باری تعالیٰ ہے۔ من لایحضرہ الفقیہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اور دینی مسائل اور مختلف عبادات کے طریقوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مستحبات اور واجبات کے ایسے فوائد بیان کئے گئے ہیں جو شاید آج تک عوام الناس کی نظروں سے اوجھل تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بے اولاد شخص اپنے گھر میں باآواز بلند اذان دے گا تو پروردگار عالم اسے اولاد کی دولت سے نواز دے گا، بیماریوں سے چھٹکارا دلائے گا اور نعمتوں کو فراواں کرے گا، اگر کوئی شخص کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرے گا تو اس کی آمدنی میں اضافہ ہوگا، اگر کوئی شخص حج کی نیت کرتے وقت دوسروں کو بھی شریک کرے گا تو نہ صرف دوسروں کو حج کا ثواب ملے گا بلکہ اس حاجی کو بذات خود حج کے ثواب کے علاوہ صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا۔ ضمانت

بن النعمان (یعنی شیخ مفید علیہ الرحمہ) اور ابو عبداللہ بن حسین عبیداللہ اور ابوالحسین جعفر بن حسن ابن حسکہ قمی وابوزکریا محمد بن سلیمان ہمدانی رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ حلی کی رائے

اور علامہ حلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خلاصۃ الاقوال جلد اول میں ان کے متعلق وہی لکھا ہے جو نجاشی اور شیخ طوسی نے تحریر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ان کی تقریباً تین سو تصانیف ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر ہم نے اپنی کتاب کبیر میں کر دیا ہے آپ نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی اور علامہ سید بحرالعلوم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فوائد رجالیہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ مشائخ شیعہ میں سے ایک شیخ اور ارکان شریعت میں سے ایک رکن تھے رئیس المحدثین تھے اور آئمہ طاہرین سے جس قدر روائتیں کی ہیں ان میں صدوق (حد سے زیادہ راست گو) تھے آپ امام عصر کی دعا کی برکت سے پیدا ہوئے اور یہ فضل وشرف وافتخار ان کو اسی وجہ سے حاصل ہوا۔ امام عصر عجل اللہ فرجہ نے اپنی توقیع میں لکھا کہ یہ فقیہ اور مبارک ہوں گے ان سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے ساری دنیا پر آپ کے علم کی برکت چھا گئی اور ہر خاص وعام نے ان سے نفع حاصل کیا آپ کی تصانیف مدت تک باقی رہیں گی اور انکی فقہ وحدیث سے فقہاء اور وہ عوام جن کے پاس کوئی مرفقیہ نہ ہو منتفع ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت کے متعلق روایات کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ روایات صدوق کے عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہیں ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے اوصاف بیان کر دینا امام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور امام کا ان کے متعلق یہ فرمانا کہ وہ فقیہہ ومبارک ہوگا لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا یہ شیخ صدوق کی عدالت اور وثاقت کی دلیل ہے اس لئے کہ ان کی روایت اور ان کے فتویٰ سے لوگ منتفع ہوں گے کہ فتویٰ وغیرہ بغیر عدالت کے مکمل نہیں اس میں عدالت کی شرط ہے اور امام کی طرف سے اس کی توثیق ان کی وثاقت کی بھی بہت بڑی دلیل ہے نیز ہمارے بعض علمائے کرام نے تو انکی وثاقت پر نص کر دی ہے جیسے الثقۃ الفاضل محمد بن ادریس حلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السرائر والمسائل میں اور سید الثقۃ الجلیل علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فلاح السائل ونجاح الآمل میں اور کتاب النجوم وکتاب الاقبال وکتاب غیاث سلطان الوریٰ لسکان الثریٰ میں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب المختلف والمنتہیٰ میں شہید نے نکت الارشاد وکتاب الذکری میں ان کی وثاقت کی نص کر دی ہے۔ پھر آپ نے علمائے متاخرین میں سے چند کے نام بتائے ہیں جنہوں نے ان کی وثاقت کی تصریح کر دی ہے اور بہرحال شیخ صدوق کی وثاقت واضح اور روشن چیز ہے بلکہ معلوم ہے اور ضروری ہے کہ جس طرح حضرت ابوذر وحضرت سلمان فارسی کی وثاقت معلوم ہے اور اگر یہ کچھ بھی نہ ہو تو علماء کے درمیان ان کا لقب صدوق مشہور ہونا ہی ان کی وثاقت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

شیخ عبداللہ مامقانی کی رائے

اور علامہ ثقہ حجۃ الاسلام شیخ عبداللہ مامقانی رحمہ اللہ نے تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۱۵۴ میں ان کے وہی حالات تحریر کئے ہیں جو نجاشی و شیخ طوسی و علامہ وغیرہ نے تحریر کئے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی وثاقت میں تامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آفتاب درخشندہ کی روشنی میں تامل کرے اور وہ تامل اس قابل نہیں کہ کتابوں میں درج کیا جائے اور ان کی وثاقت کو کیونکر نہ تسلیم کرلیا جائے جبکہ حضرت حجۃ المنتظر عجل اللہ فرجہ نے اس امر کی خبر دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ذات سے نفع پہنچائے گا اس لئے ان کو موثق اور عادل ماننا ضروری ہے کیونکہ ان سے استفادہ (فائدہ) ان کی روایت اور ان کے فتویٰ ہی سے ہوگا اور یہ بغیر عدالت کے پورا اور مکمل نہیں ہوسکتا۔

علامہ طباطبائی کی رائے

اور علامہ طباطبائی نے ان کی عدالت پر یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ ان کے اقوال کے نقل نیز ان کی کتابوں خصوصاً من لایحضرہ الفقیہ کی توثیق پر تمام اصحاب فقہ کا اتفاق ہے۔

اس کے علاوہ طباطبائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے کتاب رجال میں دو باتیں تحریر کی ہیں ایک یہ کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ ۳۵۵ھ میں وارد بغداد ہوئے مگر یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ صدوق علیہ الرحمہ دو مرتبہ بغداد تشریف لائے اور نجاشی نے محض دوسری مرتبہ کے ورود کا تذکرہ کیا ہے پہلا ورود تو اس وقت ہوا جب وہ ۳۵۲ھ میں نیشاپور سے عراق منتقل ہوئے جیسا کہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے چنانچہ ان کی کتاب عیون اخبار الرضا میں ہے کہ "بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن ثابت رواینی نے مدینۃ السلام یعنی بغداد کے اندر ۳۵۲ھ میں" اور اس سال میں ان کا نیشاپور سے بغداد تشریف لانا ان کی کتب کے مختلف ابواب سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "بیان کیا مجھ سے عبدالوحد بن عبدوس نے نیشاپور کے اندر شعبان ۳۵۲ھ میں" اس سے پتہ چلتا ہے کہ نجاشی نے جو تاریخ ورود بغداد دی ہے وہ دوسری مرتبہ ورود کی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلا ورود بغداد، کوفہ کے ورود سے پہلے ہے چنانچہ عیون الاخبار کے گیارہویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن بکران النقاش سے کوفہ کے اندر ۳۵۴ھ میں سنا۔ بہرحال ان دونوں تاریخوں میں فرق اس طرح دور کیا جاسکتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۳۵۲ھ کے آخر میں نیشاپور سے بغداد آئے پھر کوفہ منتقل ہوگئے اور ۳۵۴ھ میں کوفہ کے اندر رہے پھر ۳۵۵ھ میں بغداد منتقل ہوگئے۔

دوسری بات یہ کہ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اگرچہ وہ کمسن تھے مگر ان سے بڑے بڑے شیوخ نے احادیث سنیں مگر ۳۵۵ھ میں ان کا ورود یہ بتاتا ہے کہ اس وقت ان کا سن چالیس سے کچھ زیادہ کا تھا اس سن میں ان کو کمسن نہیں کہا جاسکتا۔

تلامذہ

اگر ہم ان تمام لوگوں کو تلاش کرنا چاہیں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ اور ان سے علم حاصل کیا ہے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی اور اس کے لئے ایک بڑا وقت درکار ہوگا خصوصاً جبکہ ارباب معاجم کے بیان کے مطابق ہم جانتے ہیں کہ جب وہ ابھی کمسن ہی تھے کہ بڑے بڑے شیوخ اصحاب نے ان سے احادیث سننا شروع کردیا تھا اور جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ انہوں نے علمی مراکز کے بہت سے سفر کئے اور اس میں وہ خود حدیثیں سناتے بھی رہے اور سنتے بھی رہے لوگوں کو علم دیتے بھی رہے اور علم لیتے بھی رہے۔ نیز ہم یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے ستر (۷۰) سال سے کچھ زیادہ عمر پائی جسے انہوں نے علمی جہاد میں صرف کردیا اسی اثناء میں وہ کتابیں بھی تصنیف کرتے رہے اور شیوخ کی مجلسوں میں بھی شریک رہے اصول حدیث کو بھی جمع کرتے رہے اور دینی احکام کی نشرواشاعت بھی کرتے رہے۔ یہ سب دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان تمام لوگوں کی فہرست پیش کریں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے کچھ اکتساب کیا ہے اور ہم پر کیا موقوف ان کی سوانح حیات لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی ان کے چند مشہور تلامذہ کے سوا جن کے نام زبان زد خلائق ہیں اور ان کی تعداد تقریباً بیس تک پہنچی ہے اور کسی کی نشاندہی نہیں کی ہے۔

یہ سب میں نے شیخ صدوق کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ کی جلد اول کے مقدمہ سے لیا ہے جس کو افاضل نجف کے بعض محققین نے تحریر کیا ہے اور جو ۱۳۷۷ھ میں نجف کے اندر طبع ہوئی ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سب سے مشہور کتاب من لایحضرہ الفقیہ ہے اس کا شمار شیعوں کی کتب اربعہ میں ہوتا ہے اور یہ کتب اربعہ وہ ہیں کہ احکام شرعیہ کے اخذ کرنے میں شیعوں کا اس پر دارومدار ہے نو سو سال (۹۰۰) سے زیادہ عرصہ گزر گیا کہ فقہاء وغیر فقہاء میں یہ مقبول ہے اور اتنی معتبر اور قابل اعتنا ہے کہ معدودے چند کے سوا اس پر آج تک کوئی اعتراض نہ کرسکا اب اس سے بڑھ کر اس کی اہمیت کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

وہ امر جو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لئے اس کتاب من لایحضرہ الفقیہ کی تالیف سبب بنا تو آپ نے اس کے مقدمہ میں اس طرح بیان کیا ہے "جب مقدر مجھ کو بلاد غربیہ کی طرف لے گیا اور میں ایلاق کے قصبہ بلخ میں پہنچا تو شریف الدین بن ابی عبداللہ المعروف نعمت جن کا اصلی نام محمد بن حسن بن اسحاق بن حسین بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کے ساتھ نشست و برخواست میں مسرت اور خوشدلی محسوس کرتا رہا وہ بڑے خوش اخلاق نیک باوقار و دیانتدار و پرہیزگار شخص ہیں انہوں نے ایک مرتبہ محمد بن ذکریا رازی اور اس کی کتاب من لایحضرہ الطبیب کا ذکر کیا اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں بھی ان کے لئے اسی کے طرز پر ایک کتاب من لایحضرہ الفقیہ تالیف کردوں جو مسائل حلال و حرام و شرائع و احکام کی جامع ہو اپنی تصنیف کردہ دو سو پینتالیس کتابوں

کی نقل کی اجازت بھی دے دوں چونکہ میں نے ان کو اس کا اہل پایا اسے قبول کر لیا اور ان کے لئے یہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ تالیف کر دی اور اس میں حذف اسناد کے ساتھ وہی احادیث رکھی ہیں جس پر میں فتویٰ دیتا ہوں میرے نزدیک صحیح ہیں اور میرا اعتقاد ہے کہ ہمارے اور اللہ کے درمیان حجت ہیں۔ اور اس میں جو کچھ ہے وہ کتب مشہور معتبرہ سے ماخوذ ہے جیسے حریز بن عبداللہ سجستانی کی کتاب اور عبیداللہ بن علی حلبی کی کتاب اور علی بن مہزیار اہوازی کی کتابیں اور حسین بن سعید کی کتابیں اور نوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ اور کتاب نوادر الحکمہ مصنفہ محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری اور سعد بن عبداللہ کی کتاب الرحمۃ اور ہمارے شیخ محمد بن حسن بن ولید رضی اللہ عنہ کی کتاب جامع اور نوادر محمد بن ابی عمیر اور احمد بن ابی عبداللہ برقی کی کتاب المحاسن اور اپنے والد رحمہ اللہ کی کتاب الرسالہ وغیرہ اور اس میں بڑی جدوجہد سے کام لیا"

اس کتاب کے متعلق حجۃ الاسلام سید بحرالعلوم رحمہ اللہ فوائد رجالیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ کتب اربعہ میں سے ایک ہے اور اس کا مشہور و معتبر ہونا اسی طرح روشن ہے جیسے آفتاب نصف النہار اس کی احادیث بلا توقف و بلا اختلاف کتاب صحاح میں موجود ہیں یہاں تک کہ فاضل محقق شیخ حسن ابن شہید ثانی رحمہ اللہ جن کو حدیث کو صحیح سمجھنے کے طریقہ کا پورا علم ہے انہوں نے بھی اس کتاب میں مندرج احادیث کو اپنے نزدیک اور کل کے نزدیک صحیح شمار کیا ہے اور ان کے شاگرد جلیل القدر شیخ عبداللطیف ابن ابی جامع اپنی کتاب رجال میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے انکی زبان سے بالمشافہ سنا وہ فرماتے تھے کہ ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اس کتاب میں جو حدیثیں مندرج ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ شاہد عادل سمجھا جائے گا ناقل نہیں سمجھا جائے گا۔

اس کے بعد علامہ سید بحرالعلوم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے جو لوگ من لایحضرہ الفقیہ کی احادیث کو دیگر کتب اربعہ کی احادیث پر ترجیح دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ صدوق بہت صاحب حافظہ تھے۔ بہترین طور پر یاد رکھتے تھے اور روایت کرنے پر پورے ثابت قدم رہتے تھے اور یہ کتاب کافی کے بعد تصنیف ہوئی ہے اس لئے اس میں جو احادیث لکھی گئی ہیں صحت کی پوری ضمانت اور ذمہ داری سے لکھی گئی ہیں اس میں یہ نہیں کیا ہے کہ اور مصنفین کی طرح روایات میں جو کچھ آیا وہ سب لکھ دیں بلکہ وہی حدیثیں درج کی ہیں جن پر وہ فتویٰ دیتے اس کو صحیح سمجھتے اور اللہ اور اپنے درمیان اس کو حجت سمجھتے تھے اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ شیخ صدوق کی مرسل احادیث جو من لایحضرہ الفقیہ میں درج ہیں وہ حجت و اعتبار میں ابن ابی عمیر کی مرسل حدیثوں کے مانند ہیں۔ اور یہی وہ خصوصیت ہے جو اس کتاب کے سوا دیگر اصحاب کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ علاوہ بریں شہید ثانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شرح دارسۃ الحدیث میں تحریر فرمایا کہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے لے کر آج تک ہمارے جتنے بھی مشائخ گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ان کی عدالت کے لئے کوئی تنصیص و تنبیہ پیش کی جائے اس لئے کہ ان لوگوں میں ثقاہت، احتیاط، زہد و تقویٰ اس قدر تھا جو عدالت سے بھی بڑھا ہوا تھا اور یہ ہر زمانہ میں مشہور تھا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ

متأخرین علماء رجال ان عظیم المشائخ میں سے اکثر کے لئے جیسے شیخ صدوق، سید مرتضیٰ وابن براج وغیرہ ان کے ثقہ و عادل ہونے کے لئے کسی تنصیص کی ضرورت نہیں سمجھتے اس لئے کہ ان کا حال سب کو معلوم ہے اور ان کا تزکیہ و تقویٰ کسی کے نص کرنے پر منحصر نہیں اور عام طور پر معروف و مشہور ہے اور وہ علماء فن جو ان لوگوں کے زمانے میں موجود نہ تھے انہوں نے بھی اپنے سابقہ علماء کی توثیق پر اعتماد کیا ہے۔

نیز علامہ خبیر محقق شیخ بہاء الدین عاملی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح من لایحضرہ الفقیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب میں ایک تہائی سے زیادہ احادیث (بغیر اسناد کے) مرسل درج ہیں اس کی صحت کا انہیں اس قدر یقین ہے انہیں پر اپنے فتووں کا مدار رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ احادیث ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت ہیں اور اصولیین کی ایک جماعت نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ شخص عادل کی مرسل حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لئے کہ اس کو حدیث کے مضمون پر یقین ہے اس شخص کی حدیث پر جس کا عدل ثابت نہ ہو اور اسناد کے ساتھ حدیث پیش کریں یعنی ایک عادل کا یہ کہنا ہے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اس کو ترجیح ہوگی اس پر جو یہ کہے کہ "حدثنی فلاں عن فلاں انہ قال رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا" بیان کیا مجھ فلاں نے روایت کرتے ہوئے فلاں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

اور ہمارے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے شیخ صدوق کی مرسل احادیث کو ابن ابی عمیر کی مرسل احادیث کے برابر مستند و معتمد سمجھا ہے اس لئے کہ ان سب کو معلوم ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی ثقہ کی روایت ہی کو مرسل کرلیتے اور اس کی اسناد کو حذف کرلیتے ہیں جیسے ابن ابی عمیر۔

اور محقق سید داماد رحمہ اللہ اپنی کتاب الرواشح سماویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کو مرسل کرنے والے کے نزدیک درمیان کے تمام راوی عادل نہ ہوں تو اس کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ حدیث کو امام کی طرف سے منسوب کرے حدیث مرسل وہی ہے کہ جب ارسال کرنے والا یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کے درمیان تمام راوی مستند و عادل ہیں اور وہ ان کا ذکر نہ کرے اور راست کہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کہے کہ قال الامام علیہ السلام اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ یہ حدیث معصوم علیہ السلام سے صادر ہوئی ہے جیسا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں یہی کیا ہے کہ اور کہا قال الامام علیہ السلام اور محقق شیخ سلمان بحرانی نے اپنی کتاب البلغہ کے اندر اپنی گفتگو کے درمیان من لایحضرہ الفقیہ کی روایات کے معتبر ہونے کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اکثر اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی مرسل احادیث کو صحیح کہتے ہیں اور ان کے مراسیل ابن ابی عمیر کے مراسیل سے کم معتبر نہیں ہیں جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب المختلف میں اور شہید علیہ الرحمہ نے شرح ارشاد میں سید محقق داماد کی بھی یہی رائے ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے خاندان کے علماء

علم رجال کی کتابوں اور علماء کی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بنی بابویہ کے خاندان کو گروہ علماء مشائخ میں بڑا فضل و شرف کا حامل سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ ان میں بہت سے علماء اور محدثین اور گروہ امامیہ کے بڑے بڑے فقہا پیدا ہوئے جنہوں نے دین کی خدمت کی اور اپنی تالیفات اور مرویات کے ذریعہ اہل بیت علیہم السلام کے آثار کی حفاظت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ میرزا عبداللہ آفندی اپنی کتاب ریاض العلماء میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ یعنی حسین بن علی بابویہ اور ان کے بھائی اور ان کے صاحبزادے اور نواسے اور پوتے شیخ منتجب الدین صاحب فہرست کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے جو سب کے سب اکابر علماء میں سے تھے مگر اس کے بعد شیخ منتجب الدین یہ نہیں لکھتے کہ ان کے حالات کیا تھے اور خود شیخ منتجب الدین علیہ الرحمہ ان کے نواسوں میں سے تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سلسلہ تو بظاہر سوائے ان کے فرزند کے اور کوئی عالم نہیں ہوا اور شیخ محقق سلیمانی بحرانی نے بابویہ کی اولاد کی تعداد پر ایک رسالہ تصنیف کر دیا ہے اور اسی سے مامقانی نے اپنی کتاب منتہی المقال میں بہت کچھ نقل کیا ہے مگر مجھ کو وہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا۔ بس ان میں سے چند کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے جو حقیقت میں گروہ شیعہ کے لئے باعث افتخار ہیں اور آسمان علم کے درخشاں ستارے ہیں۔

والد بزرگوار

اس کے بعد ان فاضل موصوف نے ان میں سے انیس (۱۹) علماء کے نام تحریر کئے ہیں اور ان میں سے ایک حسن ابو علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ ہیں اور وہ صدوق اول سے ملقب ہوئے اور ان دونوں کو ملا کر "صدوقان" کہتے ہیں۔

اور شہید ثانی علیہ الرحمہ کے پوتے شیخ علی کا قول تھا کہ جب میں صدوقان (دونوں صدوق) کہوں تو اس سے میری مراد دونوں بھائی ہوا کرتے ہیں یعنی محمد اور حسین یہاں تک کہ انہوں نے شہید ثانی کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اے فرزند صدوقان (دونوں صدوق) سے مراد محمد اور ان کے والد ہیں نجاشی نے اپنی فہرست ص ۲۶۱ میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ابو الحسن اپنی عمر بھر قمیین کے شیخ ان کے فقیہ اور ان کے سردار رہے یہ عراق گئے اور ابو القاسم بن روح رحمہ اللہ سے ملے ان سے مسائل دریافت کئے وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

اور ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں صفحہ ۲۷۷ پر تحریر کیا ہے کہ ابن بابویہ اور ان کا نام علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ہے شیعوں کے فقہاء اور ثقات میں سے ہیں۔

اور شیخ طوسی نے اپنی دونوں کتابوں میں یعنی فہرست و رجال میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ

نے اپنی کتاب خلاصۃ الاقوال میں ان کا ذکر فرمایا ہے بلکہ تمام ارباب تراجم نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور تمام علماء نے اپنے اجازوں میں ان کا نام پیش کیا ہے اور بے حد تعریف کی ہے اور ان کے حالات کا مختصر ذکر ہم اس مقدمہ کے ابتدائی صفحات میں بھی کرچکے ہیں اور یہ کہ اپنے گروہ میں ان کو کتنا بلند مقام حاصل تھا اور ان کے شرف کے لئے تو ان کے نام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا وہ مکتوب گرامی ہی کافی ہے جس میں آپ نے ان کو یا شیخی، معتمدی، فقیہی (اے میرے شیخ اے میرے معتمد اور اے میرے فقیہ) سے خطاب کیا ہے۔

یہی پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے اپنے فرزند کے لئے ایک رسالہ لکھا اس میں سارے اسناد کو ترک کرکے حدیث کے قریب ترین راوی کو لیا اور ان کے بعد جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے اس طرز کو بہت پسند کیا اور مسائل میں ان احادیث کی طرف رجوع کیا ان کو علم و دین میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

اساتذہ

آپ کو متعدد مشائخ و اساتذہ فقہ و حدیث سے شرف تلمذ حاصل رہا اور ان سے احادیث کی روایت کی جن کے اسمائے گرامی کتاب معانی الاخبار کے مقدمہ میں موجود ہیں جس کی تعداد ۷۰ عدد ہے تفصیل کے لئے اسے دیکھیے۔

تلامذہ

اور جن لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ سے روایتیں لیں وہ مشائخ کی ایک جماعت ہے اور اسی مقدمہ میں ان کے نام مذکور ہیں ان کی تعداد دس (۱۰) ہے اگر ضرورت ہو تو اس مقدمہ کی طرف رجوع کیجئے۔

تعداد تصانیف

آپ کی تالیفات کے متعلق ہم فہرس ابن ندیم میں یہ عبارت پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کتاب کی ایک جلد کی پشت پر ان کے فرزند محمد بن علی کے ہاتھ کی لکھی یہ تحریر پڑھی کہ "میں نے فلاں بن فلاں کو اپنے والد بزرگوار کی کتابوں کے لئے اجازت دی وہ دو سو کتابیں ہیں اور اپنی کتابوں کو جو اٹھارہ ہیں" آپ نے جیسا کہ دیکھ لیا کہ وہ دو سو کتابیں ہیں مگر ابن ندیم نے ان کتابوں کے نام تحریر نہیں کئے اور نجاشی اور شیخ طوسی دونوں نے اپنی فہرست میں تقریباً بیس (۲۰) کتابیں لکھیں ہیں اور افسوس ہے کہ انکی بہت سی کتابیں ضائع ہوگئیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ہم لوگوں کو نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں رکھے وہ ۲۶۰ھ کے حدود میں پیدا ہوئے اور اپنے وطن قم میں واپس آنے کے بعد ۳۲۹ھ میں وفات پائی اور یہی وہ سال ہے جس میں بہت سے ستارے ٹوٹے ان کی قبر بہت مشہور ہے اس پر ایک

درود بھیجا جائیگا اور مومنین و مومنات کیلئے دعا کی جائیگی اسکے بعد کہا جائیگا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (اے اللہ بخش دے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کرلی اور تیرے راستے پر چلے اور بچا ان کو جہنم کے عذاب سے) اور وہ شخص جو اپنے مذہب ہی کو نہیں جانتا اسکی نماز میں کہا جائے گا اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہِ النَّفْسَ اَنْتَ اَحْیَیْتَھَا وَاَنْتَ اَمَتَّھَا اَللّٰھُمَّ وَلِّھَا مَا تَوَلَّتْ وَاحْشُرْھَا مَعَ مَنْ اَحَبَّتْ (اے اللہ اس شخص کو تو ہی نے حیات دی اور تو ہی نے موت دی۔ پروردگار تو ان کے ساتھ اسکو کردے جن سے یہ الفت رکھتا ہے اور اسکا حشر کر اس کے ساتھ جس سے اس کو محبت تھی)

(۴۹۰) صفوان بن مہران جمّال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرد منافق مرگیا تو حضرت حسین ابن علی علیہ السلام اس کیلئے پاپیادہ نکلے راستہ میں آپ کا ایک غلام ملا آپ نے پوچھا تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا میں اس منافق پر نماز پڑھنے سے بھاگ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم میرے پہلو میں کھڑے ہوجانا اور جو تم مجھے کہتے ہوئے سنو وہی تم بھی کہنا راوی کا بیان ہے کہ آپ نے پھر اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا۔ اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَبِلَادِکَ اَللّٰھُمَّ اَصْلِہٖ اَشَدَّ نَارِکَ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ عَذَابِکَ فَاِنَّہٗ کَانَ یُوَالِیْ اَعْدَاءَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَاءَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ۔ (اے اللہ اس تیرے بندے نے خرابی ڈالی تیرے بندوں میں اور تیرے شہروں میں اے اللہ تو اپنی شدید آگ میں اسکو جلادے۔ اے اللہ تو اس کو اپنے عذاب کی گرمی کا مزا چکھا اسلئے کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی رکھتا تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا)

(۴۹۱) عبید اللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی دشمن خدا پر نماز پڑھو تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا اَنَّہٗ عَدُوٌّ لَکَ وَلِرَسُوْلِکَ اَللّٰھُمَّ فَاحْشُ قَبْرَہٗ نَارًا وَاحْشُ جَوْفَہٗ نَارًا وَعَجِّلْہُ اِلَی النَّارِ فَاِنَّہٗ کَانَ یُوَالِیْ اَعْدَاءَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَاءَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ اَللّٰھُمَّ ضَیِّقْ عَلَیْہِ قَبْرَہٗ۔ (اے اللہ ہم نہیں جانتے سوائے اس کے کہ یہ تیرا اور تیرے رسول کا دشمن تھا اے اللہ تو اسکی قبر کو آگ سے بھر دے اور اسکے پیٹ میں آگ بھر دے اور اسے جہنم کی طرف بھیجنے میں جلدی کر اسلئے کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی رکھتا تھا اور تیرے نبی کے اہلبیت سے بغض رکھتا تھا۔ اے اللہ تو اسکی قبر کو تنگ کر) اور جب میت اٹھائی جائے تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ لَا تَرْفَعْہُ وَلَا تُزَکِّہٖ (اے اللہ تو اسکو بلند نہ کر اور پاک نہ کر) اور اگر وہ مستضعف ہے (دشمنوں میں گمراہ ہوا بے بس ہے) تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (اے اللہ تو مغفرت کر ان لوگوں کی جنہوں نے توبہ کرلی اور تیرے راستے پر چلے اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچا) اور اگر تم نہیں جانتے کہ اسکا کیا حال ہے (دشمن ہے یا دوست) تو کہو اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ یُحِبُّ الْخَیْرَ وَاَھْلَہٗ فَاغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَتَجَاوَزْ عَنْہُ